میاں بیوی کا رشتہ: انسانیت کی بقاء اور نسل انسانی کا وجود مرد و عورت کے باہمی تعلق سے ہے اور انسانوں کے باہمی تعلقات میں میاں بیوی کے رشتہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جانبین کے والدین کی رضامندی کے بعد ایجاب و قبول اور نکاح کے اعلان سے رشتہ قائم ہوتا ہے، اور اس سے عظیم مصالح اور منافع وابستہ ہیں۔ نکاح ہی اچھے خاندان اور پاکیزہ سماج کو جنم دیتا ہے۔ قرآن کریم نے رشتہ ازدواج کو ''احصان'' کا نام دیا ہے، یعنی قلعہ بند ہو کر محفوظ ہو جانا۔ در حقیقت نکاح ایک معاہدہ ہے، جس کے ذریعہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے زندگی کے دو ساتھی، دکھ سکھ میں شریک اور ایک دوسرے کے ہمدرد بن جاتے ہیں۔ مشکلات اور مسائل کے حل میں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں۔ زندگی کا سکون اور قلب کا اطمینان بڑی حد تک ان کی خوشگواری اور باہمی الفت و اعتماد کے ذریعے ہوتی ہے۔ جس قدر محبت و الفت زیادہ ہوگی اسی قدر اس کا نتیجہ بھی نفع بخش ہوگا۔ نکاح نسلِ انسانی کے لیے نہ صرف بقا کا سبب ہے بلکہ اس کے ذریعہ آدمی بہت ساری غیر اخلاقی کاموں سے محفوظ رہتا ہے، اولاد پیدا ہوتے ہی ایک نئے خاندان کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے زوجین کے تعلق مزید مضبوط ہو جاتے ہیں۔ دونوں طرف سے محبت و احترام بڑھ جاتا ہے۔ گھر اولاد کی وجہ سے بارونق ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۸۴۶) ترجمہ: نکاح والی زندگی گزارنا میری سنت ہے، پس جو بھی میری سنت سے اعراض کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

نکاح کے اس بابرکت رشتہ کو اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے لیے باہمی پردہ اور لباس قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (سورۃ البقرہ: ۱۸۷) ترجمہ: وہ (عورتیں) تمھارے لیے ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

خاندان (ازدواجی زندگی) کے مقاصد: اللہ تعالیٰ کے نزدیک عائلی (خاندانی) زندگی کا مقصد نسل انسانی کی بقا اور اس کی افزائش ہے۔ • انسان کو سکون و اطمینان ازدواجی زندگی سے ہی ملتا ہے۔ • زوجین میں باہمی محبت و الفت کا وسیلہ بنتا ہے۔ خاندانی زندگی کے راحت و سکون کا سبب بنتا ہے۔ • فریقین کو پاکیزگی کے ساتھ زندگی کی مسرتیں اور راحتیں نصیب ہوتی ہیں۔ • نسل انسانی کا تسلسل اور بقاء بھی انسانی عظمت اور شرف کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ • اجتماعیت کا ایک خاص حلقہ وجود میں آتا ہے جن کے مفادات مشترک ہوتے ہیں جس کی بنا پر کنبہ اور معاشرہ مضبوط ہوتا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق و فرائض: حدیث میں ہے کہ: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ (صحیح بخاری: ۲۴۰۹) ترجمہ: تم سب نگران ہو اور تم سے تمھاری نگرانی میں موجود افراد اور رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق زوجین کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق و فرائض مقرر کیے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ

بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۔ (البقرہ:۲۲۸) ترجمہ: اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔اسی طرح ان عورتوں کے حقوق میں: نان نفقہ، لباس، مکان، علاج معالجہ اور دیگر ضروریات مہیا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے، اپنے مالی وسائل کے اعتبار سے یہ ضروریات پوری کرے گا، بیوی کو مہر میں دی گئی رقم یا دیگر ذاتی ملکیت رکھنے اور کاروبار کرنے کا جائز حدود میں اجازت دینا۔ مرد کے فرائض میں یہ امور بھی شامل ہیں: بیوی اور گھر کے دوسرے افراد سے پیار والفت سے پیش آنا۔اس پر ظلم وزیادتی نہ کرنا۔عدل واحسان کا رویہ اختیار کرنا۔ان کے حقوق شریعت کے مطابق ادا کرنا۔

بیوی کی ذمہ داری ہے کہ شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کے مال واسباب کی امانت کی طرح حفاظت کرے، شوہر کی اجازت کے بغیر کسی نامحرم کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، فرمانِ الٰہی ہے۔ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ۔ (النساء:۳۴) ترجمہ: تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ فرمانبردار ہوتی ہیں اور ان کی پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں مال و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔شوہر کی آمدنی اور مالی حیثیت سے بڑھ کر خرچہ کا مطالبہ نہ کرے۔ شوہر کے گھر میں کوئی تکلیف یا تنگی دیکھے تو خواہ مخواہ دوسروں کو اس کی شکایت نہ کرے بلکہ درگزر اور برداشت کرے۔شوہر یا گھر کے راز افشاں نہ کرے۔نسب و نسل کی حفاظت اور بچوں کی نگہداشت وتربیت کرے، شوہر کی خدمت واطاعت کرے وغیرہ۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی ہے کہ: خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِأَھۡلِہٖ وَأَنَا خَیۡرُکُمۡ لِأَھۡلِی۔(سنن ابن ماجہ، حدیث:۲۰۵۳) ترجمہ: تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

والدین کا ادب و احترام: تمام رشتوں میں والدین کا رشتہ اہم اور قابل احترام ہے، ان ہی کی وجہ سے ہم اس جہاں میں آئے، اور ان کی دیکھ بھال اور پرورش سے ہمارے اندر قوت پیدا ہوئی، اس لیے ہمیں والدین کی خدمت اور احترام میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں یہی حکم دیتا ہے: وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ﴿ؕ۲۴﴾ (سورۃ الاسراء: ۲۳- ۲۴) ترجمہ: اور آپ کے پروردگار نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو، ماں باپ کے ساتھ بہتر سلوک کرو، اگر تمھارے سامنے ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہو، اور نہ ان کو جھڑکو، ان کے ساتھ خوب ادب کے ساتھ بات کرو۔ ان کے سامنے نیازمندی سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو، اور دعا کرتے رہو: اے میرے رب! جیسے ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی آپ ان پر اسی طرح رحم فرمائیے۔

ماں باپ اگر کافر اور مشرک ہی کیوں نہ ہوں، دنیا میں ان کا ادب واحترام کرنا، ان کی فرمانبرداری کرنا، اچھا سلوک کرنا اور خدمت کرنا لازمی امر ہے۔ ہاں اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا کفر و شرک اختیار کرنے کا حکم کریں تو ان سے معذرت کی

جائے گی۔ والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی بہتر تعلق رکھنا چاہیے، والدین کے حقوق (اولاد کے فرائض) یہ ہیں:• عزت واحترام۔• اطاعت وفرمانبرداری۔• حسن سلوک• والدین کے اقرباء ورفقاء سے حسن سلوک۔• اعتراف شکر۔ • دعائے مغفرت۔

اولاد کے حقوق: خاندان کی رونق اولاد ہے اور اولاد کا مقصد بقاء نوع اور زندگی کا سبب ہے، اولاد ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اولاد کے لیے باپ کے ذمے ادب سکھانا اور صحیح تربیت ہے۔، ساتھ ہی والدین پر ان کے لیے بعض دیگر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن کو اولاد کے حقوق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اولاد کی اچھی پرورش، تعلیم اور اچھی تربیت کا اہتمام کرنا۔ رحمت و شفقت کرنا۔ اچھی جگہ ان کی شادی کرنا۔ وراثت میں عدل کرنا۔• اولاد کو دین کی ضروری باتیں، قرآنِ کریم کی تعلیم اور نماز کی تربیت دینا۔ • اولاد کو اسلامی اقدار کی تعلیم دینا• اولاد کے درمیان برابری اور انصاف کا معاملہ رکھنا، بیٹیوں کو بھی بیٹوں کی طرح تحفہ تحائف اور پیار میں شریک کرنا۔ بیٹی کی پیدائش پر غمگین نہ ہونا کیوں کہ ناراضگی کا اظہار کرنا ناشکری ہے۔• اولاد پر بے جا سختی اور تشدد سے پرہیز کرنا اور ان سے شفقت اور پیار و محبت کا رویہ رکھنا۔ • اپنی اولاد کو بھوک و تنگدستی کی وجہ سے قتل نہ کرنا۔

خاندان سے حسن سلوک: والدین کے بعد قرابت داروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا، بہن بھائی اور وہ رشتہ دار جو ماں باپ کے تعلق سے رشتہ دار بنتے ہیں مثلاً: دادا، دادی، نانا، نانی، ماموں، خالہ، پھوپھی، چچا، چچازاد، تایازاد، خالہ زاد، ماموں زاد ان سب کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنے اور ان کی مالی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرابت دار بلکہ ہر مسلمان کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے، ان کو ایذا دینا حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: (اے محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں۔ کہہ دیجیے کہ (جو چاہو خرچ کرو لیکن) جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہل استحقاق یعنی) ماں باپ کو اور قریب کے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں اور مسافروں کو (سب کو دو) اور جو بھلائی تم کروگے اللہ اس کو جانتا ہے (البقرہ:۲۱۵)۔

خاندان والوں کے باہمی حقوق: خاندان کا فرد ہونے کی حیثیت سے ہر ایک کے لیے لازمی ہے کہ • خاندان والوں سے حسن سلوک کرے۔ • محبت و شفقت سے پیش آئے۔ • مصیبت و پریشانی کے وقت دلجوئی کرے۔ غربت اور تنگ حالی کے وقت مالی مدد کرے۔ • خاندان کے یتیم بچوں کی پرورش اور تربیت کرے۔ • خاندان کی خوشی اور غمی میں شرکت کرے۔ • باہمی تعاون کرے (مسائل حل کرنے میں مالی، جسمانی اور نیک مشوروں کی صورت میں تعاون کرے)۔ • خاندان میں تنازعات کے وقت صلح وصفائی کرے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

ایک گروپ موجودہ ماحول میں ان امور کی نشان دہی کریں جو خاندان کو نقصان اور تعلقات کو کمزور کر رہے ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ اسلام میں خاندان کی اہمیت پر مضمون تحریر کریں۔

۲۔ شوہر بیوی کے حقوق و فرائض پر نوٹ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ خاندان سے کیا مراد ہے تحریر کریں۔

۲۔ والدین کے ادب و احترام کے متعلق تحریر کریں۔

۳۔ اولاد کے حقوق تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ تمام رشتوں ناطوں میں سے اہم رشتہ ہے:

(الف) ماں باپ کا　　(ب) میاں بیوی کا

(ج) بہن بھائی کا　　(د) استاد شاگرد کا

۲۔ خاندان کی خوبصورتی ہے:

(الف) افرادِ خانہ　　(ب) دولت

(ج) اولاد　　(د) وارثت

ہدایات برائے اساتذہ کرام

خاندان کی اہمیت پر تقریری مقابلہ کروائیں۔

احترامِ انسانیت

حاصلاتِ تعلم

- احترام انسانیت کا مفہوم بیان کر سکیں۔
- احترام انسانیت کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- احترام انسانیت کے منافی صورتوں سے اجتناب کر سکیں۔

احترامِ انسانیت کا مفہوم: "احترام" کے معنی عزت اور قدر، فضیلت اور برتری کے ہیں۔ "احترام انسانیت" کا مطلب ہے انسان کی عزت اور بڑائی۔ انسان اشرف المخلوقات یعنی انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہے، اس کو دوسری تمام مخلوقات پر برتری حاصل ہے۔ یعنی اس کائنات میں ہر انسان کو عزت وفضیلت کا مرتبہ ومقام حاصل ہے۔ کسی بھی رنگ ونسل، مذہب وزبان، قوم اور ملک سے تعلق رکھنے والے ہر انسان کو دوسرے انسان کی جان، مال اور عزت کا تحفظ دینا "احترامِ انسانیت" کہلاتا ہے۔

احترام انسانیت کی اہمیت: اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات پر بڑا شرف اور عزت بخشی ہے۔ اس نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان والی تمام اشیاء کو انسانوں کے فائدہ اور آسانی کی خاطر پیدا فرمائی ہیں، تمام چیزیں سب انسانوں کے لیے مشترکہ میراث ہیں۔ ہر انسان ان نعمتوں سے بہرہ ور ہو رہا ہے۔ انسانیت کے اس بڑے شرف کو قرآنِ کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۧ (سورۃ الاسراء:٧٠) ترجمہ: ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے، ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی ہے، ان کو پاکیزہ چیزیں رزق دی ہیں، اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت سے نوازا ہے۔

انسان کو علم وعقل اور گویائی کی نعمت ملی، جس سے وہ اپنا ما فی الضمیر مناسب پیرائے میں بیان کر سکتا ہے۔ یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ سب انسان اس میں برابر ہیں۔ اسلام رنگ ونسل، زبان اور وطن کے امتیازات کو باطل قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک بڑائی اور بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور اللہ تعالیٰ خوف کا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (الحجرات:١٣) ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ دنیا کے تمام لوگ ایک ہی اصل سے ہیں۔ ترجمہ: تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے۔ (النساء:١)

قرآن مجید نے انسان کو اس کے صحیح منصب سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر خلیفہ اور نائب بنایا ہے اس کو اس کی ذمہ داریوں کی اصل حیثیت سے آگاہ کر کے اسے بہت سے باطل معبودوں کی غلامی سے آزاد کر دیا اور اسے ذمہ دار اور باوقار بنادیا، اسے بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہے، کسی کو کسی پر سوائے ایمان، علم اور تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں ہے۔ ان تمام آیات مبارکہ میں عمومی طور پر مجرد انسان کو ہی حیثیت دی گئی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

انسانیت اور دورِ جہالت: اسلام سے پہلے والے زمانہ کو "دورِ جہالت" کہا جاتا ہے، اس دور میں انسانیت کا احترام تقریباً لوگوں کے اندر سے ختم ہو چکا تھا۔ لوگ پتھروں، درختوں، دریاؤں، سمندروں، سورج، چاند، ستاروں اور دیگر طاقتور چیزوں کو محترم اور لائقِ عزت سمجھتے تھے۔ ان بے جان اور بے اصل چیزوں کو دیوتا مان کر ان کی پرستش کرتے، ان کے سامنے منتیں مانتے اور جانور لا کر نذر کے طور پر قربان کرتے، بعض مشرکین تو ان دیوتاؤں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اپنی اولاد تک ان کے سامنے قربان کر دیتے تھے۔

اسلام نے ایسے باطل خیالات اور رسومات کو رد کیا، ایک طرف انسانوں کو انسانیت کے احترام کا درس دیا اور دوسری طرف بڑائی، تکبر اور خود پسندی جیسی خصلتوں کو برا ٹھہرایا، حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں میں یہ پیغام عام کیا کہ: اے انسانو! تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو، جس کی پیدائش مٹی سے ہے، اس لیے تم میں سے بعض انسانوں کا اپنے آپ کو بڑا اور اونچا سمجھنا اور تکبر کرنا نہایت ناسمجھی اور جہالت کی بات ہے۔ (مسند احمد، حدیث: ۲۳۴۸۹)

احترامِ انسانیت کے منافی اشیاء: انسان پرہیزگاری اور حسنِ خلق کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور ایسی بہت سی صفات اور عادات / باتیں ہیں جو احترامِ انسانیت کے منافی ہیں جن میں سے چند کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

- تکبر (نخوت و کبر) اللہ تعالیٰ یا مخلوق کے سامنے خود کو فکری، علمی، مالی یا نسبی اعتبار سے قابل فخر سمجھنا۔
- لوگوں کو حقیر سمجھنا، ان سے تمسخرانہ یا ہتک آمیز رویہ اختیار کرنا، اور الزام بازی کرنا۔
- لوگوں سے ظلم و زیادتی یا غیر منصفانہ طرز عمل کا مظاہرہ کرنا۔ ان کی عیب جوئی اور تجسس بازی کی کوشش کرنا۔
- اولاد میں چھوٹے بڑے، عقلمند، ناسمجھ یا بیٹے اور بیٹی کی بنیاد پر غیر مساوی سلوک کرنا۔
- کسی انسان کی جسمانی یا عملی کوتاہی کی بناء پر اسے طعن و تشنیع کرنا، برے القاب سے پکارنا یا اس کی کسی بھی قسم کی بے توقیری اور بے عزتی کرنا۔
- ایک دوسرے سے بد اخلاقی، بدکلامی، یا ناشائستہ اندازِ گفتگو کا مظاہرہ کرنا۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

- طلبہ اپنے ماحول میں روزمرہ کی عملی زندگی میں احترام انسانیت کا کوئی اپنا واقعہ سنائیں۔
- احترام انسانیت کے منافی اعمال۔ باہمی مباحثہ کے بعد نکات کی صورت میں تحریر کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں:

۱۔ احترام انسانیت پر دس نکات تحریر کریں۔

۲۔ احترامِ انسانیت سے متعلق قرآنِ کریم کیا حکم دیتا ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں:

۱۔ احترام انسانیت کا مفہوم تحریر کریں۔

۲۔ احترام انسانیت کی منافی صورتیں تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں احترامِ انسانیت تھا:

(الف) زیادہ (ب) کم
(ج) ختم (د) بہتر

۲۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو:

(الف) زیادہ تقویٰ والا ہو (ب) زیادہ مرتبے والا ہو
(ج) زیادہ علم والا ہو (د) زیادہ دولت والا ہو

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام طلبہ اور طالبات کو کچھ ایسی شخصیات کے بارے میں معلومات فراہم کریں جو احترام انسانیت کے حوالے سے پہچانی جاتی ہیں مثلاً: عبدالستار ایدھی کا یتیموں اور محتاجوں کی دیکھ بھال کرنا۔

عدل اجتماعی

حاصلاتِ تعلم

- عدل اجتماعی کا مفہوم اور اسلام میں تصور بیان کر سکیں۔
- عدل اجتماعی کی اہمیت اور اثرات بیان کر سکیں۔
- دورِ حاضر میں عدل اجتماعی کی ضرورت اور صورتیں بیان کر سکیں۔
- عدل اجتماعی کے فوائد (عادلانہ معاشرے کا قیام) بیان کر سکیں۔

عدل اجتماعی کا مفہوم: عدل عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں سیدھا کرنا، برابری کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان موازنہ کرنا۔ دو حالتوں میں توسط اختیار کرنا۔ اصطلاح میں عدل کا مفہوم بہت وسیع ہے کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا اس طرح کہ دونوں میں کمی بیشی نہ ہو۔ کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا۔ یعنی قول و عمل میں سچائی کی میزان کو کسی ایک طرف جھکنے نہ دینا، وہی کام کرنا چاہیے اور وہی بات کہنی چاہیے جو سچائی کی کسوٹی پر پوری اترے۔ نیز ہر شخص کے ساتھ بلا رو رعایت معاملہ کیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔ عدل کے مقابلے میں "ظلم" آتا ہے، یعنی کسی چیز کو بے محل و موقع رکھنا۔ ایک ظالم کرنے کے ساتھ "عدل" یہ ہے کہ اسے ظلم سے نجات دلائی جائے۔

عدل کی اہمیت: اسلام امن و سلامتی کا دین ہے وہ دنیا کے لیے رحمت بن کر آیا ہے۔ اس نے ایک ایسے ضابطہ حیات کو مرتب کیا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان زندگی کی حقیقی مسرتوں سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام نے عملی زندگی کے لیے سب سے زیادہ "عدل" پر زور دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ کی ہر طرح کی بے چینی اور خرابی کی اولین وجہ "عدل" سے انحراف ہے۔ معاشرہ میں خرابی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کے افراد "عدل" کو چھوڑ دیں۔ اسلام نے عدل کے متعلق تمام پہلوؤں میں رہنمائی فرمائی ہے چاہے عدل اجتماعی ہو یا انفرادی، معاشی ہو یا معاشرتی، قانونی ہو یا سیاسی۔

عدل ہی معاشرے کے بہتر نظام کا ضامن ہے، اسلامی معاشرتی زندگی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ لوگوں کے درمیان اور زندگی کے ہر شعبہ میں عدل و انصاف کو فروغ دیا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد پاک ہے ترجمہ: بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے، تمھیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ (سورۃ النحل: ۹۰)

اس آیت کے نازل ہونے کا مقصد یہی ہے کہ تمام انسان اپنی اجتماعی زندگی میں عدل و انصاف کے ساتھ رہیں، ظلم و زیادتی کو ختم کریں تاکہ ان کی معاشرتی زندگی امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے ترجمہ: اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بے شک اللہ تمھیں بڑی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے، یقیناً اللہ خوب سننے دیکھنے والا ہے۔ (سورۃ النساء:۵۸)

"اور جب لوگوں کے درمیان تم فیصلہ کرنے لگو۔" کا مطلب ہے کہ فیصلہ کرنے والے کے لیے دونوں فریق برابر ہونے چاہییں، چاہے وہ دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہوں یا پرائے، مسلم ہوں یا غیر مسلم، قریبی ہوں یا دور کے،، امیر ہوں یا غریب، کسی بھی طرح کے ہوں فیصلہ کرنے والے کو غیر جانبدار ہو کر عدل وانصاف کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

زندگی کے ہر شعبے میں "عدل" کی ضرورت ہے، خواہ اس کا تعلق ہماری اپنی ذات سے ہو یا مخلوق سے، اپنی ذات کے ساتھ عدل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لیے لباس، خوراک، آرام وغیرہ کا مناسب انتظام کیا جائے۔ مخلوق سے عدل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق پوری پوری طرح ادا کیے جائیں اور ان میں کسی طرح کی بھی کوتاہی نہ کی جائے

عدل کی اقسام: (۱) عدل انفرادی (۲) عدل اجتماعی

عدل انفرادی: انسان اپنی انفرادی ذاتی زندگی میں اعتدال کا لحاظ رکھے چاہے جسمانی (کھانے پینے، سونے، خوشی، غمی وغیرہ) زندگی ہو یا روحانی (عبادات) زندگی، یا دنیاوی معاملات ہوں یا معاشی (کسب مال) زندگی ہو۔ ہر حال میں عدل / اعتدال اور توازن کو ملحوظ رکھا جائے۔

عدل اجتماعی: انسانی معاشرے میں انصاف یعنی معاشرہ کے افراد میں مساوات ہو اور ہر ایک کو اپنے حقوق حاصل ہوں۔

عدل اجتماعی کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

قانونی مساوات: معاشرے میں قانونی مساوات کا ہونا یعنی قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور قانون کو سب پر بالادستی حاصل ہو اس میں امیر ہو یا غریب، افسر ہو یا ماتحت، دوست ہو یا دشمن، اپنا معاملہ ہو یا دوسرے کسی کا، چھوٹا ہو یا بڑا کی کوئی تمیز نہ ہو۔

معاشی امور اور عدل اجتماعی: اسلام کے اقتصادی نظام میں ہر شخص اپنی صلاحیت اور پسند کے مطابق جائز ذریعہ معاش اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ روزی کمانے کا کوئی جائز ذریعہ مثلاً: تجارت، زراعت، صنعت، ملازمت وغیرہ کسی شخص کے لیے ممنوع نہیں ہیں۔ روزی حاصل کرنے کے جتنے وسائل ہیں ان کو اللہ نے سارے بندوں کے لیے مہیا کیا ہے، اس لیے ان سے فائدہ اٹھانے کا سب کو یکساں حق حاصل ہے، اسلام کسی بے روزگار اور معذور کے لیے بنیادی ضروریات کا فراہم کرنا حکومت اور سوسائٹی کا فرض سمجھتا ہے تاکہ کوئی شخص معاشی ناانصافی کا شکار نہ ہو۔

عادلانہ معاشرے کا قیام: معاشرے میں تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی طبقے، خاندان، قوم یا علاقے سے تعلق رکھنے کی بنا پر فضیلت نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات:۱۳) ترجمہ: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ نیز اسلام نے معاشرے میں تمام معاملات میں عدل کا حکم دیا ہے جس سے صالح و عادلانہ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

عدالتی امور میں عدل اجتماعی: اسلام نے "عدل" کا باقاعدہ نظام پیش کیا جسے "قضاء" یا "عدلیہ" کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دور مبارک میں رکھی۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو "عدل" کا اس قدر خیال رہتا تھا کہ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جب کہیں اپنے عمال روانہ فرماتے تو ان کی انتظامی قابلیت کے ساتھ ساتھ ان کی عدالتی قابلیت کے بارے میں بھی پورا پورا اطمینان کر لیتے۔

عدل اجتماعی کے اثرات: اسلام نے "عدل" کا جو تصور پیش کیا ہے وہ آج بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور جو اصول و ضوابط پیش کیے ہیں وہ آج بھی اہل دنیا کے لیے مشعل راہ ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر دکھی انسانیت موجودہ مصائب و آلام سے نجات پا سکتی ہے۔ • معیشت میں عدل سے پورا معاشرہ خوشحال ہو جاتا ہے۔ • معاشرے میں عدل سے کوئی فرد بنیادی ضروریات سے محروم نہیں رہتا۔ • "عدل" زندگی کے تمام شعبوں میں توازن قائم کرتا ہے۔ • انسان کی زندگی اس وقت بہتر ہو سکتی ہے جب زندگی کے تمام عناصر میں خاص توازن و اعتدال ہو۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ عدل اجتماعی کو نظر انداز کرنے سے کون سی معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں؟

۲۔ آپ کی نظر میں عدل اجتماعی قائم کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ عدل اجتماعی کے معنی اور اس کا مطلب بیان کریں۔

۲۔ قرآنِ کریم عدل اجتماعی کے بارے میں کیا رہنمائی کرتا ہے۔

(ج) مندرجہ سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ عدل عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں:

(الف) انصاف قائم کرنا (ب) لوگوں سے اچھا سلوک کرنا

(ج) کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا (د) مظلوم کی بد دعا سے بچنا

۲۔ قرآنِ کریم میں حکم ہے عدل کرو، کیوں کہ وہ زیادہ قریب ہے:

(الف) نیکی کو (ب) تقویٰ کو

(ج) جنت کو (د) فرمانبرداری کو

۳۔ ملک میں عدل وانصاف قائم ہو گا تو معاشرہ بن جائے گا:

(الف) امن وسکون والا (ب) ترقی یافتہ

(ج) عام بھلائی والا (د) نیکی والا

ہدایات برائے اساتذہ کرام	اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ طلبہ اور طالبات کو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیاۃ طیبہ کی روشنی میں عدل اجتماعی پر مضمون تحریر کروائیں۔

عفت وحیاء

حاصلاتِ تعلم

- عفت وحیاء کا مفہوم بیان کر سکیں۔
- عفت وحیاء کی فضیلت واہمیت سمجھ سکیں۔
- عفت وحیاء کے مظاہر واضح کر سکیں۔

عفت کے معنی اور مفہوم: ”عفت“ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ہیں پرہیز گاری اور پاکیزگی۔ اور عفت کا شرعی مفہوم ہے: پاک دامن رہنا، اخلاقی پاکیزگی اور نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھ کر بے راہ روی، بدکاری اور بے حیائی جیسے کاموں سے نفس کو محفوظ رکھنا۔ اس کے ساتھ دوسرا لفظ آتا ہے ”عصمت“ کا جس کی معنی ہے پاک دامنی، بے گناہی اور عزت۔ قرآن کریم میں سچے مومن کے کئی اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک ”عفت“ ہے کہ: وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (المؤمنون:۵) ترجمہ: اور (کامیاب مومن وہ ہے) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو ایسے انسان کو عفیف / عفیفہ عفت والا (پاک دامن) کہا جاتا ہے۔

”حیا“ کے لفظی معنی ہیں شرم اور غیرت، حیا کا مطلب ہے، انسان کے اندر ایک فطری اور اخلاقی صفت ودیعت کی گئی ہے، جس کے باعث وہ انسان خوفِ خدا کے جذبے کے تحت بے حیائی اور بداخلاقی جیسے ناشائستہ کام سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے اور برائی سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، تو ایسے انسان کو حیادار کہا جاتا ہے۔ انسان کی شرافت، عزت اور پاک دامنی کی بنیاد ہی حیاء پر ہے۔ جس آدمی میں یہ صفت جتنی زیادہ ہوگی وہ برائی اور گناہ کے کاموں سے اتنی زیادہ نفرت کرے گا اور احکامِ خداوندی اور اخلاقی اقدار کی پابندی کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنے وجود کو برقرار رکھنے اور پیدائش وافزائش نسل کے لیے کچھ حیوانی اور نفسانی جذبات رکھ دیے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اسے عقل اور وحی کے ذریعے جائز اور ناجائز میں تمیز بتادی ہے۔ جسم اور روح دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں اور دونوں کو مناسب توجہ دے کر ان کی نشوونما کا خیال رکھنا انسان کا فرض ہے۔ اسلام بھی یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے جسمانی تقاضوں کو عقل ودین کے ماتحت رکھ کر زندگی بسر کرے۔ جب کوئی انسان نفسانی خواہشات کو عقل ودین کے ماتحت رکھ کر قابو میں رکھتا ہے اور روحانیت کو حیوانیت پر غالب رکھتا ہے تو اسے عفت والا کہا جاتا ہے۔ اور جب وہ ناشائستہ کاموں سے خوفِ خدا کے جذبے کے تحت گریز کرتا ہے تو اسے حیادار کہتے ہیں۔

عفت و حیا کی فضیلت و اہمیت: عفت و حیا اسلامی اخلاق کی فہرست میں روح اور جان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عفت و حیا کی تعلیم دی ہے اور اس خلق عظیم کو تمام اسلامی فضائل میں بڑا اقرار دیا ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ترجمہ: ہر دین کے کچھ اخلاق ہیں اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے۔ (موطأ امام مالک، حدیث: ۲۶۳۴) دوسری حدیث میں ہے کہ: ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ حیادار اور پردہ پوشی کرنے والا ہے اور خود حیاء اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۰۱۲)۔

حیاو غیرت مومن کی ایک اہم صفت ہے کیوں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے ایمان کی ایک شاخ قرار دیا ہے: والحیاء شعبة من الإیمان۔ (بخاری: ۹، مسلم: ۳۰) ترجمہ: اور حیاء ایمان کا ایک بڑا شعبہ ہے۔

حیا ایک ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان بڑے سے بڑے رذائل سے بچ جاتا ہے۔ جبکہ جس شخص سے یہ صفت مفقود ہو جاتی ہے تو وہ کسی شر اور گناہ کے ارتکاب کی کوئی پرواہ نہیں کرتا نہ اس کو ندامت ہوتی ہے، اس صورتحال کے پیش نظر حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ: ترجمہ: جب تم میں حیاہی نہ رہے تو جو چاہے کرتے پھرو (سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۷۹۷)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہمارے پیارے نبی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سب سے بڑھ کر عفت و حیاء کے پیکر تھے، آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کسی پردہ نشین عورت سے زیادہ حیادار تھے اور کوئی ناپسند چیز دیکھتے تو ہمیں اس کا احساس آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرے مبارک سے ہو جاتا جبکہ فحش باتوں سے آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو طبعی نفرت تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ترجمہ: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سے حیاء بھی ایک بڑی شاخ ہے۔ (بخاری: ۹، مسلم: ۳۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ترجمہ: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یقیناً ایمان اور حیاء کا آپس میں گہرا تعلق ہے، جب ایک جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔ (الادب المفرد للبخاری: ۱۳۱۳)۔ جب انسان اپنی حیا کو گم کر دیتا ہے تو وہ ایک وحشی درندے کے مانند ہو جاتا ہے اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑتا ہے، اچھے سے اچھے جذبات کو روندتا ہے۔ وہ غریبوں کا مال غصب کرتا ہے اور اپنے دل میں رحم نہیں پاتا۔ مخلوق خدا کو مصائب میں دیکھتا ہے تو اس پر اثر تک نہیں ہوتا۔ اس کی خود پرستی نے اس کی آنکھوں پر تاریک پردہ ڈال رکھا ہے۔ جو انسان اس پستی تک پہنچ جائے تو سمجھ لیں کہ وہ انسانیت کی حدود سے باہر ہو گیا ہے۔

عفت وحیاء کے مظاہر: انسان کے عفت وحیاء کا تعلق نہ صرف اس کے کردار وعمل سے ہے بلکہ اس کی سوچ وفکر، گفتار و انداز میں بھی اس کی بڑی اہمیت ہے۔ چنانچہ ہر انسان اور خصوصی طور پر ایک مسلمان مرد وعورت کو اپنی طرز زندگی میں عفت وحیاء کو اولیت دینی چاہیے تاکہ وہ معاشرے کے باعزت کارآمد شہری اور آخرت کے لیے مستعد افراد شمار ہو، ذیل میں وہ باتیں قابل توجہ ہیں جن میں عفت وحیاء کی عکاسی ہونا لازم ہے:

گفتار: مومن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ گالی گلوچ، بدکلامی اور ناشائستہ انداز گفتگو اپنائے، بلکہ اس کو اچھی بات کرنی چاہیے یا خاموشی اختیار کرنی چاہیے، اور نازیبا گفتگو سے بچنا چاہیے، اور فضول باتوں سے کراہت محسوس کرے یہ گفتار کی عفت وحیاء ہے۔

لباس: اسلام نے لباس کے دو مقاصد گنوائے ہیں، ایک اس میں ستر ہو دوسرا زینت بھی ہو، چنانچہ مرد وخواتین کو اپنے حیا اور پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسا لباس اختیار کرنا چاہیے جس میں یہ مقاصد حاصل ہوں، اس اعتبار سے وہ لباس جو حیا اور پردہ داری کے خلاف یا دوسروں سے مشابہت رکھتا ہو وہ عفت وحیاء کے خلاف ہے۔

نشست وبرخواست: ایک سچے مومن کو اپنی روزانہ معمولات میں ہر وقت بے حیائی اور نازیبا سرگرمیوں سے اجتناب کرنا چاہیے، قرآن کریم مومن مرد وعورت کو حکم فرماتا ہے کہ وہ اپنی نظروں کو جھکا کر رکھیں اور اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کریں اسی طرح وہ اپنی نظر اور سوچ کو بے حیائی والی بات پر مرکوز نہ کریں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ترجمہ: وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو باتیں سینوں میں پوشیدہ ہیں ان کو بھی۔ (الغافر:۱۹)

مجلس: انسان اپنی بعض گھڑیاں کسی مجلس، میٹنگ یا مشاورتی سرگرمی میں صرف کرتا ہے اس لیے جو بھی وقت آدمی دوسرے لوگوں کے ساتھ گزارتا ہے اس دوران بھی اس کی حرکات، سکنات، گفتگو اور انداز میں عفت وحیاء برقرار رہنا چاہیے۔

حیا کے تقاضے:

- انسان اپنی زبان کو فحش باتوں سے پاک رکھے۔ بے حیائی کی بات زبان پر نہ لائے اور بری باتوں کے اظہار سے شرمائے۔ حدیث میں ہے کہ: حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں (لے جانے والا) ہے۔ اور بدکلامی بد اخلاقی کا حصہ ہے اور بد اخلاقی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔ (الترمذی:۲۰۰۹)
- انسان اپنے ساتھ رہنے والوں کے حقوق ومراتب پہچانے اور صاحب فضل سے اس کے علم وفضل کا احترام کرتے ہوئے اس کی آواز سے آوازِ بلند نہ کرے اور نہ اس سے آگے قدم بڑھائے، حدیث میں ہے کہ: جن سے سیکھو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔

حیا کے مراتب: بعض حکماء نے حیا کے تین مراتب لکھے ہیں:

- احکام واوامر خداوندی کی پابندی کرنا، اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا، نفسانی خواہشوں پر قابو رکھنا، اور موت کو یاد کر کے بُری خواہشات سے اجتناب کرنا۔
- لوگوں کو ایذاء رسانی سے باز رہنا۔
- خود انسان کا تنہائی میں اپنے آپ سے حیا کرنا اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر تمام گناہوں سے بچنا۔

موجودہ دور میں جدید ایجادات کی وجہ سے بے حیائی، عریانی اور فحاشی کی باتیں آسان اور سہولت سے دسترس میں آجاتی ہیں لیکن ایک مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی باتوں میں مبتلا ہو، یا ایسی باتوں کو پھیلانے کا سبب بنے کیوں کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ترجمہ: جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی یعنی تہمت بدکاری کی خبر پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (النور:١٩)

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

١۔ عفت وحیاء کے مظاہر کیا ہیں؟ مثالوں سے واضح کریں۔

٢۔ عفت وحیاء کی فضیلت پر قرآن وحدیث کی روشنی میں نوٹ تحریر کریں۔

٣۔ دین اسلام میں عفت وحیاء کی کیا اہمیت ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

١۔ عفت وعصمت کا مفہوم کیا ہے؟

٢۔ حیاء کے لغوی معنیٰ اور مطلب تحریر کریں۔

٣۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی صفت حیاء کو احادیث میں کس طرح بیان کیا گیا ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے ”✓“ کا نشان لگائیں:

١۔ عفت کے لفظ کے ساتھ دوسرا لفظ استعمال ہوتا ہے:

(الف) عصمت	(ب) پاک دامنی
(ج) پرہیز گاری	(د) پاکیزگی

۲۔ حیاء کو اہم شعبہ کہا جاتا ہے:

(الف) اسلام کا　　(ب) ایمان کا

(ج) شریعت کا　　(د) قرآن و سنت کا

۳۔ اسلام میں لباس کے جو دو مقاصد ہیں وہ ہیں:

(الف) سادگی اور صفائی　　(ب) عمدگی اور نفاست

(ج) ستر اور زینت　　(د) سفیدی اور کشادگی

۴۔ حدیث میں ایمان کی شاخوں کی تعداد فرمائی گئی ہیں:

(الف) پچاس سے زیادہ　　(ب) ستر سے زیادہ

(ج) اسی سے زیادہ　　(د) نوے سے زیادہ

۵۔ بعض حکماء نے حیاء کے مراتب بتائے ہیں:

(الف) دو　　(ب) تین

(ج) چار　　(د) پانچ

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ و طالبات کو عفت و حیا کے اس سبق میں دی گئی احادیث بمعہ ترجمہ بر زبان یاد کروائی جائیں اور ان کا تلفظ درست کروایا جائے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حاصلاتِ تعلم

- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا حسب نسب اور ولادت باسعادت بیان کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن تحریر کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت تحریر کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات بیان کر سکیں۔

حسب و نسب: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا پورا نام حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور والدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، یعنی والدہ اور والد دونوں طرف سے آپ ہاشمی اور صاحبِ شرف و فضیلت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو عبد اللہ" اور القاب "سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ"، "سَیِّدُ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ" اور "رَیْحَانَۃُ النَّبِیِّ" ہیں، جبکہ امتِ مسلمہ میں آپ رضی اللہ عنہ "شہیدِ کربلا" کے لقب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔

ولادتِ باسعادت: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر میں ابتدائی تواریخ شعبان سن ۳ یا ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں بھائی سیرت و صورت میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے مشابہ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر آپ کے نانا آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، پھر ساتویں دن آپ رضی اللہ عنہ کا نام "حُسین" رکھا، ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کیے۔ سر کے بال اتار کر دفن کیے گئے اور ان کے ہم وزن چاندی خیرات کی گئی۔

بچپن کا زمانہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچپن کا زمانہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ، والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ پرورش میں گزرا۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سات سال اور حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ چھ برس کے ہوئے تو ان کے شفیق و مہربان نانا کی رحلت ہو گئی، یہ غم ابھی